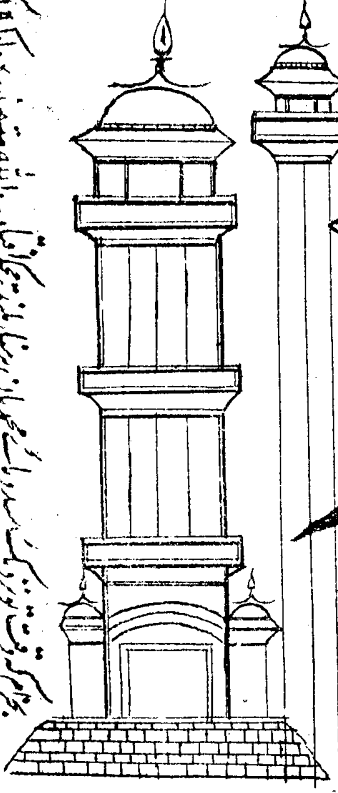


رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور معروف اخبار ہر مہینے کی

۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی بہ ہادر قادیان بینی | دو ابینی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر ۔ شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے صہ؍

۲۔ خواص و معاونین سے عہ؍

۳۔ ہندوستان سے باہر ۶؍

۴۔ غیر مذاہب والوں سے ۱۲؍

۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۱۲؍

نوٹ

عہ؍ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۱۹ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۲۷ھ | جلد ۱۲

[illegible]

لنگر خانہ کی طرف توجہ چاہیے۔

لنگر خانہ کی ضروریات

پر ایک سے زیادہ مرتبہ توجہ دلائی گئی ہے۔ لنگر خانہ کے اخراجات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور قحط سالی کے سبب سے اور بھی اضافہ ہو گیا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ احباب یکمشت چندے لنگر خانے کے لئے دیں اور ماہواری چندے اپنے وقت پر ادا ہوتے رہیں تاکہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اوقات گرامی میں تشویش کی وجہ سے ہرج واقعہ نہ ہو۔ اس تحریک کو معمولی اور عام نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ ڈیپوٹیشن جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کیلئے نکلا ہے اسکے مقاصد میں لنگر خانہ کیلئے یکمشت چندہ جمع کرنا بھی داخل کیا گیا ہے جہاں احباب عمارت مدرسہ کیلئے چندہ دیں۔ لنگر خانہ کیلئے یکمشت چندہ بھی دیں۔ بار بار اس قسم کی تحریکیں کرنیکی ضرورت نہیں۔ لنگر خانہ سب سے اول نصب العین رہنا چاہئے۔ یاد رہے لنگر خانہ کیلئے جسقدر روپیہ بھیجا جاوے۔ وہ براہ راست حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) کے نام بھیجا جاوے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۸ء

از حضرت مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب سلمہ ربہ

فرمایا قرآن شریف میں یہ جو انبیاء اور اُن کے مخالفوں کے قصے بار بار بیان ہوئے ہیں اُن میں اصل غرض و غایت اور حکمت کیا ہے۔ قرآن شریف کوئی تاریخی کتاب یا قصے کہانیوں کا مجموعہ تو ہے نہیں۔ فائدہ کی بات ہے کہ معتبر حکماء اور حاذق طبیبوں کے تجربے نسخے پند عام اور مقبول ہوا کرتے ہیں۔ جو کام تجربہ سے مفید ثابت ہو جاوے۔ دنیا اس کو اپنا دستور العمل بنا لیتی ہے اور اس کی رغبت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو کام تجربہ سے مضر اور انجام کار ہلاکت کا باعث ثابت ہو جاتا ہے لوگ اُس کے پاس تک نہیں پھٹکتے اور اُس سے دلوں میں قدرتاً نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف بھی اسی زبردست فطری اصول کو ہاتھ میں لیکر دنیا کو ملزم کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی رسول اور نبی آئے (خواہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوں یا کم و بیش) اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں گذرا کہ وہ دنیا میں رہ کر تبلیغ احکام اوامر و نواہی الٰہی کرتا رہا ہو اور وہ دنیا سے اُٹھ گیا ہو اور کسی نے اُس کی مخالفت نہ کی ہو۔ اور پھر یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء مخالفوں کے مقابلہ میں دنیا سے ناکام چلے گئے ہوں۔ ہر فرقہ کے لوگ ادنٰے سے اعلےٰ تک اور عالم سے لیکر جاہل تک انبیاء کے مخالف ہوا کئے ہیں مگر کبھی نہیں ہوا کہ نبی اُن سے مغلوب ہو گیا ہو۔

اور پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ جب انبیاء آتے ہیں اور وہ دنیا پر اپنی حجت پوری کر دیتے ہیں اور دنیا پھر بھی حق کو قبول نہیں کرتی اور شرارت اور مخالفت سے باز نہیں آتی تو طرح طرح کے عذاب۔ وبائیں۔ قحط بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور وہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول اول معمولی عذاب آتے ہیں کہ تا سعید فطرت انسان سلیم طبع لوگ اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور حق کے قبول کرنے میں اُن کے دل ان عذابوں سے نرم ہو کر خدا کی طرف جھکیں اور معاصی اور جرائم کے ارتکاب سے باز آ کر خدا کے فرستادہ کی اطاعت کر لیں۔ اوائل میں جو عذاب آتے ہیں وہ ہلاکت کے واسطے نہیں آتے بلکہ اس لئے ہوتے ہیں کہ اُن سے اثر پذیر ہو کر شرارت اور شوخی سے توبہ کریں اور ہدایت پا جاویں۔ مگر جب ان کی پرواہ نہیں کی جاتی تو پھر مہلک عذاب بغتۃً آ جاتے ہیں اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

فرمایا حق سے محروم رہنے والوں کا ہمیشہ سے یہی قاعدہ چلا آیا ہے کہ وہ اپنے ایمان لانے کو مشروط بشرائط کیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جاوے تو ہم ایمان لاویں گے۔ اگر ایسا ہو جاوے تو ہم مان لینگے۔ مگر خدا بڑا بے نیاز ہے۔ آخر ایسے لوگ قبول حق سے محروم رہ جاتے ہیں۔

پس جب لاکھوں انبیاء اولیاء اور خدا کے پیارے بندوں کا یہ تجربہ شدہ نسخہ ہے کہ انبیاء کے مخالف کبھی کسی زمانہ میں اور کسی بھی حالت میں انبیاء کے مقابلہ پر کامیاب بامراد۔ مظفر و منصور نہیں ہوئے۔ تو پھر باوجود اتنے پاکباز انسانوں کے متواتر تجربہ کے اگر کوئی اس تجربہ شدہ نسخہ پر عمل نہ کرے اور انبیاء کی مخالفت سے (خواہ وہ کسی زمانہ اور وقت میں ہوں) باز نہ آوے تو کیسا نادان ہے وہ شخص۔

یاد رکھو کہ وبائیں۔ امراض اور قحط انبیاء کے نشانات میں سے ہیں۔ ان سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ اور قبل اس کے کہ وہ بڑا عذاب آ جاوے جو بغتۃً آتا ہے۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اپنی اصلاح کر لی چاہئے اور ایمان مشروط بشرائط نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ محرومی کی نشانی ہے۔ اب اس وقت بھی ایک خدا کا رسول اور نبی اللہ ہم میں موجود ہے پس اس کی عملی اور اعتقادی مخالفت سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ اس کی بھی ابتدائی حالت اور اس موجودہ حالت کا مقابلہ کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کی کامیابی اور اس کے مخالفوں کی ناکامی بھی اسی منہاج نبوت پر ہے جو آج سے ہزار ہا برس پیشتر سے خدا کے پاک رسولوں کے ساتھ ساتھ چلی آئی ہے۔ پس یاد رکھو کہ کسی علم۔ دولت۔ بزرگی۔ وجاہت پر گھمنڈ ہرگز ہرگز مت کرنا۔ نبیوں کی مخالفت سے بچتے رہنا اور سچے دل سے اُن کی تعلیم کا پابند ہو کر اُن کا ساتھ دینا یہی سعادت ہے۔ خدا ہمیں اور آپ لوگوں کو توفیق عطا کرے کہ کبھی بھی کسی رنگ میں عملاً یا اعتقاداً کسی قسم کی مخالفت نہ کریں۔ اور امام پاک کی سچی تعلیم کا پورا نمونہ بنیں۔ آمین۔

اخبار گلزار مرتضوی لاہور

یہ اخبار چند مہینوں سے کسی خاص وجہ سے بند کی گئی تھی اب چند معزز احباب کی توجہ سے یکم اپریل ۱۹۰۸ء کو پھر جاری کیجاتی ہے۔ ان چند معزز حضرات کی امداد سے پانصد درخواستیں تو ہم پہنچ گئی ہیں امید کیجاتی ہے کہ اگر پبلک اور قوم کی بھی توجہ رہی تو دو ہزار درخواست پورا ہونے میں کوئی دیر نہیں یہ اخبار ۲۲×۲۹ ۸ صفحہ ہفتہ وار شہر لاہور سے شائع ہوگا جسمیں صحیح واقعات و تازہ خبریں اور گورنمنٹ اور قوم کی سچی ہمدردی کا پورا پورا ذخیرہ ہوگا قیمت سالانہ مع محصول ڈاک لنگی عمر ہر ایک امور کی نسبت بذریعہ خط کتابت فیصلہ ہو سکتا ہے۔ قوم کا خادم سید احمد شاہ منشی اڈیٹر اخبار گلزار مرتضوی لاہور

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

۷ مارچ ۱۹۰۸ء بوقت سیر

کسی آریہ کے اس اعتراض پر کہ نعوذ باللہ آں حضرت صلعم کو خود اپنی وحی اور الہامات پر یقین اور وثوق نہ تھا اسی واسطے تحویل کعبہ ہوا کی۔

فرمایا کہ یہ نادان لوگ نہیں جانتے کہ تحویل کعبہ اور یہ انقلاب اللہ تعالیٰ نے اس واسطے کرائے تھے تا یہ ظاہر ہو جاوے کہ مسلمان کعبہ پرست نہیں ہیں۔ ہر دو متبرک مقامات جن کی بزرگی اور عزت کی وجہ سے کبھی کسی زمانے میں کسی کو ان کی پرستش کا خیال ہو سکتا تھا اُن کو پیٹھ کے پیچھے کرا کے اس امر کا اظہار عام طور پر کرا دیا کہ مسلمان واقعی اور حقیقی طور سے خدا پرست ہیں نہ کہ کعبہ پرست۔ باایں ہمہ یہ لوگ مسلمانوں پر حجر اسود کی پرستش کا الزام دیتے ہی جاتے ہیں۔ صاف بات ہے کہ عبادت کیلئے انسان کو کسی نہ کسی طرف تو مُنہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ پس ایک شخص تو خود اپنی خواہش سے کسی طرف کو پسند کرتا ہے اور دوسرا احکام الٰہی سے ایک خاص طرف مُنہ کرتا ہے بھلا بتاؤ تو سہی ان میں سے کون اچھا ہے۔ ایک تو حکم پرست ہے اور دوسرا نفس پرست۔ باایں ہمہ یہ لوگ مسلمانوں کو کعبہ پرست کہتے ہوئے شرماتے کیوں نہیں۔ پس آں حضرت صلعم کا تحویل کعبہ کرنا اسی حقیقت پر مبنی تھا۔ کہ مسلمان خاص موحد اور توحید کے پابند ہو جاویں۔ کعبہ پرستی کا وہم تک بھی ان کے دل سے نکل جاوے۔ نہ کسی تلون اور یقین کی کمی کی وجہ سے جیسا کہ نادان آریوں کا وہم ہے۔ کیونکہ آپ تو صاف کہتے ہیں قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علےٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔

ایک دوسرے اعتراض پر کہ مسلمان لوگ جو جنگوں میں لونڈیاں بنا لیا کرتے تھے یہ بڑا ظلم اور وحشت ہے۔ فرمایا کہ مسلمانوں نے جو کچھ بھی کیا تھا سب کچھ کفار مکہ کے جور و ستم اور ظلم و تعدی کے بعد کیا تھا۔ اُن کے مظالم کے کارنامے دیکھکر پھر مسلمانوں پر اعتراض کرنا چاہئے۔ بھلا غور کرو کہ مکہ میں آپ صلعم کی زندگی کس طرح کی گذری ہے۔ کس غربت اور انکساری سے اہل مکہ کے تشدد اور مظالم کا مسلمان نشانہ بنتے رہے تھے۔ کہ آخر اُن کی شرارتوں سے تنگ آ کر آپ صلعم کو اپنا عزیز وطن بھی چھوڑنا پڑا۔ اُس زندگی میں

ایک مسلمان بیوی کا ایک جگر خراش واقعہ ہے جو کفار مکہ کے جور و ظلم کا مشت نمونہ خروارے است۔ ہماری فطرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس ظلم کی تفصیل اور تشریح کریں جنھوں نے وہ واقعہ کتب تواریخ میں پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ کیسا جانکاہ واقعہ ہے۔ غرض مسلمانوں نے جو کچھ بھی کیا ہے دفاعی رنگ میں کیا ہے۔ مقابل لوگوں نے پہلے وہ سارے کام کئے تھے بعد میں مسلمانوں نے کئے۔ جیسا جیسا اُنھوں نے کیا تھا ویسا اُن سے کیا گیا۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے انتظام کے واسطے خداتعالیٰ نے دو حکومتیں بنائی ہیں۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ہمارے رسول اکرمؐ کو یہ دونو حکومتیں عطا کی گئی تھیں پس شریروں۔ بدمعاشوں۔ لٹیروں راہزنوں کو اُن کی شرارتوں کی سزا دینی ملک میں امن قائم کرنے کے واسطے ضروری تھی۔ مدینہ کے لوگوں نے آپؐ کو اس وقت اپنا ظاہری بادشاہ تسلیم کیا تھا۔ اکثر مقدمات کے فیصلے آپ سے ہی کراتے تھے۔ چنانچہ ایک مقدمہ ایک مسلمان اور یہودی کا تھا آپؐ نے یہودی کو اس میں ڈگری دی تھی۔ بعض وقت آپؐ نے کفار کے جرائم اُن کو معاف بھی کئے۔ اور بعض رسوم بد کو آپ نے مقابلہ میں بھی ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ کفار مکہ لڑائی میں مسلمان مردوں کی بےحرمتی کیا کرتے تھے۔ ناک کان کاٹ لے جاتے تھے مگر آں حضرتؐ نے مسلمانوں کو اس رسم بد کے ترک کر دینے کا حکم دیا تھا۔

غرض ان مکتوبوں کو دونوں آنکھوں سے کام لینا چاہئے۔ دو آنکھوں کے ہوتے کانے کیوں بنتے ہیں۔ کفار مکہ کے مظالم کو پہلے مطالعہ کریں پھر مسلمانوں کی اگر کوئی زیادتی ثابت ہو تو اُن کو حق ہے مسلمانوں کے تمام جنگ اور کفار کے ساتھ تمام سلوک دفاعی رنگ میں ہیں ابتدا ہرگز ہرگز مسلمانوں نے کبھی نہیں کی۔

اچھا اب دیکھو یہ سرحدی لٹیرے جو آئے دن گورنمنٹ کی رعایا کے جان و مال پر حملے کرتے ہیں اور بدامنی پھیلاتے ہیں تو کیا گورنمنٹ کو چپکے بیٹھے رہنا چاہئے۔ اور ان کی سرکوبی اور سزا کی کوئی مناسب تجویز نہیں کرنی چاہئے۔ ذرا غور کرو اور سوچو۔

۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء بوقت سیر

فرمایا دینی ضروریات کے انجام دینے کے واسطے چندوں کی ضرورت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آئی تھی۔ دیکھو ہماری جماعت جو اس وقت چار لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہے اگر اس میں سے صرف دس ہزار آدمی جو خواہ غریب کسان ہی ہوں اور اخلاص سے ضروریات دینی کے واسطے اپنے نفس پر وہ اگر صرف ۸؎ ماہوار ہی مقرر کر لیں اور التزام سے ماہوار ادا کرتے رہیں تو پانچ ہزار روپیہ ماہوار کی کافی امداد دینی ضروریات کی انجام دہی کے واسطے پہنچ سکتی۔ اور یہ امر جفاکش۔ محنتی۔ اور دیانتدار واعظوں کے ذریعہ سے اچھی طرح سے پورا ہو سکتا ہے۔ جو لوگوں کو دینی ضروریات سے آگاہ کرتے رہیں۔ فرمایا کہ سلسلہ خطوط کے دیکھنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ کس قدر لوگوں کے خط ہر روز بیعت کے واسطے آتے ہیں۔ اور یوں بھی کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ دس بیس آدمی بیعت نہ کرتے ہوں۔ اب اس طرح سے بیعت کے رجسٹروں کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہے مگر یہ رجسٹر یعنی باقاعدہ چندہ دہندگان کا اپنی اسی حالت پر ہے۔ اس میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوتی۔ اصل وجہ یہی ہے کہ لوگ بذریعہ خطوط بیعت کرتے ہیں۔ یا اس جگہ آ کر بیعت کرتے ہیں۔ اور چلے جاتے ہیں مگر اُن کو ضروریات سلسلہ سے مطلع کرنے کا کوئی کافی ذریعہ نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں مولوی فتح دین صاحب بھی اس کام کے واسطے موزوں ہیں آدمی مخلص۔ دیانتدار ہیں۔ اور یوں ان کی کلام بھی موثر ہے۔ ان کی پنجابی نظم جو اس ملک کی مادری زبان ہے اور جسے لوگ خوب سمجھتے ہیں وہ بھی اچھی موثر ہے۔ ہمارے خیال میں ان کے ذریعہ سے تبلیغ و اشاعت کا کام بھی ہوتا رہے گا اور چندہ کی وصولی کا بھی باقاعدہ انتظام ہو جاوے گا۔

مولوی فتح دین صاحب کی کسی عرض پر فرمایا کہ خدا جب بندے سے خوش ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بندے کو خود عظمت اور رُعب عطا کر دیتا ہے۔ کیونکہ حق کے ساتھ ایک عظمت اور رعب ہوتا ہے۔ دیکھو ابوجہل وغیرہ جو اُس وقت مکہ میں بڑے آدمی بنے ہوئے تھے اصل میں اُن کا سارا تکبر اور دبدبہ جھوٹا تھا۔ اُن کی عظمت فانی تھی۔ چنانچہ نتیجہ میں دیکھ لو کہ اُن کی عظمت و شوکت کہاں گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ سچا رعب اور حقیقی عظمت اُن لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو اول خدا کے واسطے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ اور اپنی عظمت اور جلال کو خاکساری سے۔ انکساری سے تواضع سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ تب چونکہ اُنھوں نے خدا کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کیا ہوتا ہے خدا خود اُنکو اُٹھاتا ہے۔ اور قدرت نمائی سے ان کو نوازتا ہے۔ دیکھو تو بھلا اگر حضرت ابوبکر اور عمرؓ بھی اپنی پہلی خاندانی بزرگی اور عظمت ہی کو دل میں جگہ دیئے رہتے اور خدا کے لئے وہ اپنا سب کچھ نہ کھو بیٹھتے تو کیا تھے۔ زیادہ سے زیادہ مکہ کے شہر کے نمبردار بن جاتے۔ مگر نہیں خدا نے اُن کے دلوں کے اندرونہ حالات کو خلوص سے بھرا پایا اور اُنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی کسی بزرگی اور عظمت و سطوت کی پروا نہ کی بلکہ سب کچھ نثار کر دیا اور خدا کے لئے فروتن۔ متواضع اور خاکسار ہو گئے تو اللہ نے اُن کو کیسا نوازا کیسی عظمت اور جبروت عطا کیا۔ بھلا جو کچھ خدا نے اُن کو دیا اُس کا وہم بھی کبھی کسی عرب کے دل میں اس وقت آ سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ پس سچی عظمت اور سچا رعب یہی تھا۔ نہ کہ ابوجہل وغیرہ کا۔ اور یہ باتیں اُنہی کو دی جاتی ہیں جو پہلے اپنے اوپر خدا کے لئے ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔

فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ صبر سے کام لینا چاہئے ترقی ہو رہی ہے۔ قبولیت دلوں میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور دُنیا کے کناروں تک اب یہ سلسلہ پہنچ چلا ہے۔ ہمارے پاس بعض ایسے لوگوں کے بھی خط آتے ہیں۔ جن میں سے بعض روسائے ریاست بھی ہوتے ہیں اور اُنھوں نے بیعت بھی نہیں کی ہوتی وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے فلاں امر میں دعا کی جاوے۔ اصل بات یہ ہے کہ دُنیا کے دل مان گئے ہیں۔ اور اب دیکھو متواتر ۲۶ یا ۲۷ برس سے ہمارا دعوےٰ چلا آ رہا ہے۔ اور خدا اس میں روز ترقی دے رہا ہے۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے اس بات کی نظیر نہیں ملتی کہ کسی مفتری علی اللہ کو اس قدر مہلت دی گئی ہو اور ایسی قبولیت اور ترقی عطا کی گئی ہو۔ آسمانی اور زمینی نشان اس کے واسطے بطور شاہد پیدا کئے گئے ہوں۔ آخر ان باتوں کا بھی تو دلوں پر اثر ہوتا ہے۔ گھبرانا نہیں چاہئے۔ صبر۔ استقامت۔ اور دعا سے کام لینا چاہئے۔

سیر سے واپسی پر ایک کسان منگو نام سکنہ بھینی نے سامنے سے آ کر سلام مسنون اور مصافحہ کرنے کے بعد عرض کی کہ حضور تھوڑی دیر ٹھیر جاویں میں کچھ گنّے نذر کرنا چاہتا ہوں حضور نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں تمہیں ثواب ہو گیا۔ اب تکلیف مت کرو۔ مگر اُس نے نہ مانا اور اصرار کیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ اچھا میاں شادی خان کو دے دو وہ ہمارے واسطے لے آویگا۔ مگر اُس شخص نے نہایت ہی الحاح سے عرض کی نہیں حضور یہاں ٹھیر ہی جاویں اور حضور کے سارے ساتھی گنّوں کی دعوت قبول کریں یہ کہ کر

لپٹ گیا اور حضور کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کھیت میں لے گیا حضرت اقدس مسکرائے اور اُس کے کھیت میں چند منٹ تک ٹہلتے رہے - اتنے میں اُس نے گنے لا ڈھیر کئے - چنانچہ حضرت ؑ کے تمام ساتھیوں نے لے لئے - چلنے سے پہلے حضرت اقدس ؑ نے نہایت لطف اور مہربانی سے اُس شخص کو بُلا کر اُس کا نام وغیرہ دریافت کیا اور اُس کے صدق اور خلوص محبت سے مسکرا کر رخصت ہوئے -

اس واقعہ سے حضرت کے ہمراہیوں پر خاص اثر ہوا کہ کس لطف اور شفقت سے اور فراخ دلی سے حضرت اقدس ؑ اس سے پیش آئے - اور یہ آپ کے اخلاق حمیدہ کا ایک نمونہ تھا -

اس جگہ ہم بڑی فروگذاشت کریں گے اگر ناظرین کو انجیلی یسوع اور اُس کے ایک کسان کے کھیت میں سے بلا اجازت بالیں توڑنے کے قصہ کی طرف توجہ نہ دلائینگے ایک طرف تو انجیلی یسوع کا بلا اجازت مالک بالیں توڑ لینا اور دوسری طرف مسیح محمدی ؑ کا باوجود اصرار مالک کھیت یہ کہنا کہ تمہیں تمہاری نیت کا ثواب مل گیا تکلیف مت کرو غور کرنے والوں کے لئے انجیلی اور قرآنی تعلیم کا موازنہ کرنے کے واسطے بہترین مثال ہے -

---

فرمایا ہر قوم کی اصلی تعلیم کا خواہ اُس پر ہزاروں ہی برس کیوں نہ گذر جائیں کچھ نہ کچھ اثر یا نمونہ بطور بیج کے رہ ہی جاتا ہے - ویدوں میں اگر توحید کی تعلیم کا کوئی بھی شعبہ موجود ہوتا تو اُس تعلیم کا اثر اُس کے ماننے والوں میں ضرور کچھ نہ کچھ تو پایا جاتا - کروڑوں نمونے بت پرستی کے موجود ہیں - لاکھوں مندروں میں طرح طرح کے بُت رکھے ہیں - بلکہ اکثروں میں تو فحش اور ننگی ...... مورتیاں ان کے تمدن اور ویدوں کی تعلیم کی اصلیت کا راز علی الاعلان دُنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں - علمی رنگ میں ان کی کتب جو دیانند سے پہلے اسلام کے مقابل میں علم مناظرہ میں لکھی گئی ہیں وہ ان کی تعلیم کی اصلیت ظاہر کرتی ہیں - چنانچہ وہ لوگ ہمیشہ مسلمان موحدوں کے مقابلہ میں بت پرستی کے اثبات کے دلایل اپنی انہی کتب متبرکہ یعنے ویدوں سے پیش کیا کرتے تھے اور اُن کی ساری جد و جہد مورتی پوجا کے اثبات کے لئے ہوا کرتی تھی - سوا چند اُن آدمیوں کے جن کو دیانند نے پیدا کیا ہے - کل بڑے بڑے علما اور فضلا مورتی پوجا ہی کے معتقد تھے - اب ہم اُن لاکھوں لاکھ پنڈتوں اور متقدمین بزرگان اہل ہنود کو ان معدودے چند دیانندی خیال کے مقلدوں کے مقابلہ میں کس طرح جھوٹا جان سکتے ہیں - والفضل للمتقدمین -

یہ بات دو حال سے خالی نہیں - یا تو یہ دعوے توحید پنڈت دیانند کا زمانہ حال کی موجودہ روش اور ترقی کو دیکھ کر خود ساختہ مسئلہ ہے - اور در اصل ویدوں میں اس کا نام و نشان نہیں - بلکہ وہی مورتی پوجا کا پرانا مسلم مسئلہ ان کتب میں اصل الاصول ہے جس کا ثبوت مدت ہائے دراز سے اہل ہنود کے کروڑوں رشی اور پنڈت بزرگ اپنے عملی نمونے سے دُنیا میں قائم کر گئے ہیں -

اور یا اگر پنڈت دیانند کو اپنے دعوے میں سچا مان لیں اور اُن متقدمین کو جو ان کتابوں کے اصل وارث اور اہل تھے غلطی پر خیال کر لیں تو یوں ماننا پڑے گا کہ وید گونگے ہیں اور وہ اپنے اظہار مطلب سے بالکل عاری ہیں - توحید اور بت پرستی میں زمین آسمان کا فرق ہے - مگر ان دونو کا سرچشمہ وہی کتب مقدسہ یعنے وید ہی بتایا جاتا ہے - ایک طرف متقدمین اہل ہنود انہی ویدوں کو ہاتھ میں لیکر بت پرستی ثابت کرتے ہیں اور موحدوں سے مباحثہ کرتے ہیں - دوسری طرف اُنہی پاک کُتب سے آجکل موجودہ نسل کے دیانندی خیال کے لوگ جو بلحاظ زمانہ اور زبان کے بہت پیچھے کی نسلیں ہیں وہ اُنہی کُتب سے توحید نکالتے ہیں اور بُت پرستی کے دشمن ہیں - بہرحال ایک بات سے انکار نہیں یا تو پہلے بزرگ راستی پر ہیں - اور یا وید گونگے ہیں - کہ اپنے اظہار مطلب سے عاجز اور عاری ہیں - بھلا کبھی کسی نے کسی مسلمان کو بھی بُت پرستی اور مورتی پوجا کا حامی دیکھا یا سُنا ہے - قرآن شریف نے توحید کے مسئلہ کو ایسا صاف اور بیّن دلائل سے کھلے کھلے طور سے بیان کیا ہے کہ بت پرستی کا کبھی کسی مسلمان کے دل میں وہم و گمان تک بھی نہیں پیدا ہوا -

فرمایا کہ چشمہ معرفت میں ہم نے ان لوگوں کے کل اعتراضات کا پورے طور سے ہمیشہ کے واسطے فیصلہ ہی کر دیا ہے - ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر کوئی حق جو انسان تعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق کی تلاش کے واسطے ہماری اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ لیگا تو وہ کم از کم کبھی بھی اسلام کے برخلاف زبان یا قلم نہیں اُٹھا سکتا - پوری توجہ سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر انصاف سے پڑھنا شرط ہے -

---

دو خط اور اُن کے جواب

چند روز ہوئے ایک خط حضرت حکیم الامت رض کی خدمت میں بدیں مضمون آیا تھا کہ ایک مسجد اہل ہنود کے محلہ میں واقع ہے اور وہ بالکل ویران ہے - ہمارا ارادہ ہے کہ اس مسجد کو فروخت کر کے اس کے روپیہ سے ایک اور مسجد کسی مناسب موقع پر بنا دی جاوے حضرت حکیم الامت رض نے وہ خط حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا - حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ ہمارے خیال میں بجائے دوسری جگہ مسجد بنانے کے اُسی کو آباد کرنا اور نماز کی پابندی سے اُسی مسجد کو رونق دینا باعث ثواب ہے - فرمایا کہ آج ہی سیر سے واپس آتے ہوئے ہمارے دل میں بڑی مسجد کو دیکھ کر خیال آیا کہ اگر مسجد کے جانب شمال کی دو تین دوکانیں مل جاویں تو وہ خرید کر مسجد کو جانب شمال بھی وسیع کر دیا جاوے اس طرح سے ہماری مسجد عین بازار کے چوک میں آجاوے گی -

---

ایک اور خط حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں مضمون ذیل کا آیا جس کا جواب حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا گیا فایدہ عام کی غرض سے درج ذیل کیا جاتا ہے -

سوال - شرع محمدی صلعم کے رو سے لڑکے یا لڑکی کا سن بلوغ کیا ہے -

جواب - قرآن شریف نے لڑکے یا لڑکیوں کے سن بلوغ کے متعلق کوئی خاص حد مقرر نہیں فرمائی - بلکہ یوں فرمایا ہے کہ حتیٰ اذا بلغوا النکاح - اس میں سر یہ ہے کہ اس امر کا قرآن شریف کے نازل کرنیوالے کو ہی اسوقت علم تھا کہ مختلف ممالک میں بوجہ شدت گرمی مختلف حد بلوغ ہیں - چنانچہ بعض ممالک میں بعض وقت ۲۶ یا ۲۷ برس تک پہنچکر لڑکے یا لڑکیاں بالغ ہوتے ہیں اور بعض ممالک میں دس بارہ چودہ برس ہی میں بالغ ہو جاتے ہیں - غرض اگر قرآن شریف کوئی حد مقرر کر دیتا تو اس وقت جبکہ ساری دُنیا نفس واحد کا حکم رکھتی ہے قابل اعتراض ٹھیرتا ہے - سبحان اللہ کیا پاک تعلیم ہے -

لڑکیاں عموماً حیض کے بعد اور لڑکے موئے زہار پیدا ہونے کے بعد بالغ سمجھے جاتے ہیں -

سوال - اگر کوئی لڑکا ۱۶ برس کا اپنا نکاح کر کے خود ہی حق مہر لکھ دیوے تو کیا وہ قابل ادا ہوگا -

جواب - فرمایا کہ میری تحقیق میں لڑکی کا بدون اجازت ولی کے نکاح درست ہی نہیں ہوتا تو پھر ہم سے ایسا مسئلہ کیوں پوچھا جاتا ہے -

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شریف میں صاف طور سے حکم ہے کہ **فان آنستم منهم رشداً** - لڑکوں کے واسطے ایسے امور میں رشد کی شرط رکھی ہے - اور پندرہ سولہ برس کے لڑکے ہمارے ایسا رشد کہاں رکھتے ہیں اور پھر بات یہ ہے کہ اب تو یہ مسائل حکام وقت کے اختیار میں ہیں - حکام وقت ان کا موقع کا فیصلہ کرتے ہیں -

انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے

انسانی زندگی کے مدعا پر بنی نوع انسان کی مختلف قومین ایسے ہی اختلاف رکھتی ہین جیسے کہ وے اپنی شکلون ۔ صورتون ۔ رنگون ۔ زبون وغیرہ مین اختلاف رکھتی ہین کوئی تو صرف مادی دنیا کی ترقی اور جاہ و مال حاصل کرنیکا ہی ذکر کرتا ہے یعنی ان کے نزدیک جو دنیوی جاہ و مال و منال مین سبقت لے جاوے اس نے زندگی کا اصل مدعا سمجھ لیا ۔ کوئی کہتا ہے کہ نہین نہین دنیا کو ترک کر کے کسی جنگل مین جا کر منگل منانا ہی زندگی کا اصل مدعا ہے اس لئے دنیا اور اہل دنیا سے تعلق توڑ کان پہٹا جوگی بن کر یا ایک پیر سے کہڑا ہو کر یا کسی جگہ پر دہونی رما کر بیٹھنا ہی باعث چین و راحت ہے کیونکہ دنیا کے لوگون کے ساتھ تعلق رکھنا ہی غفلت کا موجب ہے اور اصل راحت حاصل کرنے کا سوائے اس کے اور کوئی طریقہ ہی نہین ہے کہ بیوی اور بال بچون کے جہگڑے بکہیڑے مین نہ پڑے اور جنگل کا راستہ لے ۔ کوئی کہتا ہے کہ نہین میان! انسانی زندگی کا اصل مدعا تو یہ ہے کہ وہ اس عالم مثال مین آکر اپنے آپ کو پہچانے کہ وہ کیا ہے ۔ اور کون ہے اور کیا حیثیت رکھتا ہے ۔ اس کا فرض منصبی کیا ہے؟

اس قوم کے نزدیک ہر ایک موجود لوجود بجائے خود ایسے ہستیان ہین کہ جنکو اس کا عین کہنا چاہیئے جسکو دوسرے خالق تسلیم کرتے ہین ۔ اور کہ ان کے نزدیک شرک سے رہائی ہو سکتی ہی نہین جب تک کہ دوئی کے خیال کو حرف غلط کیطرح مٹایا نہ جاوے ۔ مگر یہ شرک ایسا نہین ہے جیسا کہ دوسرے حضرات تسلیم کرتے ہین بلکہ ان کے نزدیک جو مخلوق کو خالق کی عین نہ سمجھے وہ مشرک ہے اور ظالم اور حق تلفی کا مرتکب ہے ان کے نزدیک عین کا حرف زبان پر لانا ہی بہس مین چنگی ملانے والا کام ہے سو جہہ یہ کہ ان کے خیال کے بموجب یہ کل کائنات جسکو دوسرے مخلوق بتاتے ہین اور یقین کرتے ہین ۔ خالق کی عین ہے پس ان کے نزدیک ایمانداری اور بہی خواہی کا یہی راستہ ہے کہ اس لکیر کا نقیر دل و جان سے ہو جاوے کہ مین کوئی نہین ہے سب عین ہی عین ہین ۔ گویا کہ خدا تعالے کی مخلوق کا قائل ہوتا ان کے نزدیک عقل و خرد کا خاکہ اڑانا ہے کیونکہ وہ اپنے جملہ وجود کو خدا مین سے ایسا نکلا ہوا بیان کرتے ہین کہ جیسے پانی مین حباب (بلبلا) پیدا ہو کر اسی مین معدوم ہو جاتا ہے ۔ پس اس سے اگر کچھہ ثابت ہوتا ہے تو بس یہ کہ نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی مخلوق بلکہ ایسی ایک ہستی ہے کہ جو بسبب وسیع ہونے کے کسی وقت مختلف شکلین صورتین رنگتین اختیار کر لیتی ہے اور پہر سمٹ سمٹا کر ایک ہو جاتی ہے ۔

اس ہر ایک ایسی ہستی بجائے خود وہی ہے ۔ اور ان کے نزدیک جو شخص اس اعتقاد مین زبانی طور پر پختہ ہو گیا ہے ۔ اس نے گویا زندگی کا مدعا سمجھ لیا ۔ کیونکہ ان کے نزدیک ان کی پیدایش کا مقصد سوائے اس کے اور کچھہ نہین تہا اور یہی معنے ان کے نزدیک من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے ہین ۔ اور وہ انسانی ہستی اور جملہ دیگر ہستیون کو ایسا سمجھتے ہین جیسے کہ دریا مین جوش آنے سے حباب پیدا ہوتے ہیں اور بعد کو جوش کے مدہم ہونے سے خود بخود معدوم ہو جاتے ہین ۔ چنانچہ ہمارے ایک استاد صاحب (جو آج کل ڈیرہ اسمٰعیل خان مین ہین) جو اس مسئلہ کے گویا ماسٹر سمجھنا چاہیئے یہی فلاسفی اس کی بالآخر سمجھاتے رہتے تھے ۔ مگر ہم ایسے کودن تھے کہ باوجود کثیر محنت کرنے کے یہ سبق ان کا پڑہایا ہوا ۔ ہماری سمجھہ مین نہ ہی آیا وجہ یہ کہ ہم ایسے بہولے میان تو تھے ہی نہین کہ بدیہیات کو چہوڑ کر ایسی ظنیات کے گرویدہ ہوتے کہ جس کے نہ تو سر پیر ہون اور نہ وہ قابل تسلی و تشفی ہو ۔ قرآن کو ہم نے پڑہا ہی تہا ۔ اس مین ہمکو پہلا سبق تو یہ ملا تہا کہ الحمد للہ رب العلمین یعنی اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ جو رب العالمین ہے یعنی عالمون کا پیدا کرنے والا ہے ۔

اس لئے ہم نے اگر پرکہنا تہا تو اسی سبق سے اس مسئلہ کو پرکہنا تہا ۔ بدین لحاظ کہ ہمارے یقین کے بموجب چونکہ قرآن شریف کلام الٰہی ہے اور تمام خوبیون کا جامع اور تمام بہبودیون کا خزانہ ہے ۔ مگر باوجود ایسی بات کے وہ اللہ تعالے کو رب العالمین ظاہر کرتا ہے پہر اسکو الرحمٰن لکہتا ہے الرحیم لکہتا ہے ۔ مالک یوم الدین لکہتا ہے جس سے یہ امر بہ بداہت ظاہر و باہر ہوتا ہے کہ وہ ضرور خالق ہے مالک ہے رازق ہے جزا و سزا کا مالک ہے اور ہم سب بمعہ اپنی روحانی ... و جسمانی خاصیتون قوتون طاقتون عقلون شعورون اور آنکون وغیرہ وغیرہ کے مخلوق ہین پس اگر خدا کے نزدیک یہ مسئلہ حق ہوتا تو چاہیئے تو یہ تہا ۔ کہ قرآن کو اللہ تعالے الحمد للہ رب العیین سے شروع کرتا ہے نہ کہ رب العالمین سے چونکہ قرآن شریف کو خدا تعالے نے رب العلمین سے شروع کیا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ قرآن شریف کے برخلاف ہے یہ عقیدہ کہ ہر ایک چیز خدا تعالے کی عین ہے اور عین نہین ہے اور دنیا مین اس کے نشانات قدرتون سے بہی یہی ترشح ہوتا ہے کہ دراصل انسان یا جملہ مخلوق اس کی عین کہلانیکی مستحق نہین ہو سکتی ۔ مگر اس قوم نے عین سمجہہ جانے کو ہی انسانی زندگی کا مدعا سمجہا ہے جو کہ بہ بداہت باطل ہے ۔ کیونکہ انسانون اور جملہ مخلوق کو جو آئے دن ٹہوکرین لگتی رہتی ہین ۔ دکہہ اور تکلیف مین مبتلا ہوتے ہین ۔ تو یہ تمام تکلیفین اسیکو سمجہی جاوینگی اور اس کا نتیجہ بجز اس کے اور کیا ہوگا ۔ کہ اس ہیچون و بیچگون کو کمزور ۔ بزدل اور روگی و ناتوان سمجہا جائے ۔ اس مذکورہ

الصدر قوم کے علاوہ اور بہت سی قومین ہین کہ جو مختلف عقائد انسانی زندگی کے مدعا مین قولاً و فعلاً ظاہر کرتی ہین ۔ مثلاً آریون کا عقیدہ ہے ۔ کہ مادہ ۔ روح ۔ پرمیشر یہ تینون انادی یعنی ان تینون کا کوئی پیدا کرنے والا نہین ہے یعنی ازلی ابدی ہین ۔ گویا کہ یہ ہر سہ اپنے ذات و صفات کے آپ ہی خدا ہین ۔ مادہ ازلی ابدی ۔ ارواح ازلی ابدی ۔ پرمیشر ازلی ابدی ۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ بظاہر ان ہر سہ کو ایک دوسرے کا ماتحت سمجہنا سخت غلطی ہوگی ۔ وجہ یہ کہ جب ایک چیز ازلی ابدی ہوگی تو اس کی ذات صفات اور افعال بہی ازلی ابدی ہونگی ۔ چنانچہ دیانندجی بہومکا صفحہ نمبر ۲۶ مین فرماتے ہین کہ "جو شے غیر فانی ہوتی ہے اس کا نام ۔ صفت فعل بہی غیر فانی ہوتا ہے کیونکہ ان کا ادہار (جوہر) غیر فانی ہے" جس سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ارواح اور مادہ مین جسقدر جوہر ہین وہ سب ازلی ابدی ہین ۔ اور جسطرح مادہ اور ارواح کو پرمیشر کی ذات کے جوہرون کا علم نہین ہے اسیطرح ایک حیثیت کے لحاظ سے پرمیشر کو بہی ان کے جوہرون کے علم کا ہونا ممکن ہے کیونکہ ایک حالت کی شئی اپنے ہم جنس شئی کی کل خواص و صفات سے آگاہ نہین ہوتی ہے اگر کسی کسی صفات کا علم ہوتا ہے تو تجربہ کرنے کے بعد یا صرف ظنیات پر جو کہ بعض دفعہ غلط بہی نکلا کرتا ہے ۔ مثلاً طبی علم محض ظنیات پر مبنی ہے ۔ اگر حقیقی علم طبیب کو ہر مریض کے مرض کا ہو جاتا اس کی تشخیص مین غلطی ہی نہ ہوتی ۔ تو نہ اس قدر قبرین نظر آتین اور نہ دنیا مین امراض و باسے کا روز بڑہتا ۔ چونکہ جیسے مریض مخلوق ہے ۔ ایسے ہی طبیب مخلوق ہے ایسے ہی دوائی مخلوق ہے ۔ اس لئے ہر ایک کی پوری پوری کیفیت ایک دوسرے کو معلوم نہین ۔ اس لئے طبیب کی تشخیص مین غلطی ہو جاتی ہے اور مریض کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے ۔ کچھہ کی جگہ کچھہ سمجہتا اور کچھہ کی جگہ کچھہ دیدیتا ہے جس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ علم کی کمی ہے اور تشخیص مین غلطی ہے ۔ پس اگر تینون کو ایک حالت کا سمجہا جاوے یعنی ازلی ابدی تو ساتہہ ہی یہ بہی تسلیم کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے ۔ کہ وہ ہر سہ بوجہ ایک حیثیت اور حالت کے ہونے کے ایک دوسرے کو ہٹانے کی اور ذاتی صفات کو پلٹنے کی طاقت نہین رکہہ سکتی چنانچہ دیانندجی نے یہ بات بہی تسلیم کرلی ہے کہ پرمیشر کسی کی ذاتی صفات کو پلٹ نہین سکتا ۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۱ اور نہ ہی ہست ہوئی چیز یا طاقت و قوت وغیرہ کو نیست کر سکتا ہے سو دیکھو بہومکا صفحہ ۲۵ جب یہ بات تسلیم کرلی جاوے تو پہر اس بات کے قبول کرنے کے لئے وجوہات نہین ملتے کہ کیون دو کو ایک کے قبضہ قدرت مین تسلیم کیا جاوے ۔ نیز کیون ایک قبضہ مین دو ہون ۔ اگر ایک کے قبضہ مین دو ہونگے ۔ تو اس سے لازم بہی آتا ہے ۔ کہ یہ نتیجہ نکالا جاوے کہ ضرور بضرور ایک کو دوسرے دونون کے اندرونی جوہرون کا علم ہے ۔ اور جب

علم ہوگا تو ماننا پڑیگا کہ وہ اُن کے بنانے پر بھی قادر ہے کیونکہ علم کامل کسی شئی کا اُس کے بنانے پر قادر کر دیتا ہے اور اس ایک کا علم کامل ہونا اُن دونوں کے ذاتی وصفاتی جوہروں سے اس طرح پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ہر روز دیکھتے رہتے ہیں کہ طرح طرح کی مخلوق جنم لیتی رہتی ہے جو آریوں کے اصول کے بموجب تناسخ کے چکر میں گناہوں کی سزامیں آکر گاہے بندر بنتا ہے گاہے سوئر، گاہے آدمی (مرد و عورت) گاہے گائیں وبکری وغیرہ وغیرہ بنتے رہتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ ایسی ہستی کو جو نت اس طرح کی توڑ جوڑ لگاتی رہتی ہے اس کے علم سے محض غافل سمجھیں اور کیوں نہ تسلیم کرلیں کہ ارواح کو مادہ کے ساتھ جوڑ کر طرح طرح کی شکلیں صورتیں بنانا محض اس لئے ہے کہ وہ ان کے اندرونی جوہروں سے آگاہی و واقفیت تام رکھتا ہے؟ اگر کہا جاوے کہ آریہ سماج یہ تو مانتی ہے کہ پرمیشر کو جوڑنے جاڑنے کی قدرت اور علم ہے مگر اُن اشیاء کے بنانے کا علم نہیں ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ آریہ سماج ایک طرف تو یہ تسلیم کرتی ہے کہ ایشور کو تینوں (ماضی مستقبل حال) زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے" دیکھو اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۳ دوسری طرف یہ کہ وہ کسی شئے کی ذاتی صفت کو پلٹ نہیں سکتا۔ تیسری طرف یہ اقرار ہے کہ ہر ایک دکھ سکھ پچھلے جنموں کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے چوتھے یہ کہ ارواح میں ہمیشہ ارادہ خواہش اور نفرت محبت اور جوڑنے جاڑنے کی طاقت اور تحریک اور ملاپ جدا اور جدا کرنا اور ملانا اور گیان اور فعل وغیرہ کی وہ ساری چھ صفتیں ساتھ رہتی ہیں دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۱۲ و ۲۱۳ پس ان عقیدوں کے ہوتے ہوئے یہ ثابت ہونا مشکل ہے کہ پرمیشر کچھ کرسکتا ہے یا اس کا اختیار ہے وجہ یہ پہلا عقیدہ یعنے یہ کہ پرمیشور کو تینوں زمانوں ماضی مستقبل حال کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے اس عقیدے کی تردید کر دیتا ہے کہ ہر ایک دکھ اور سکھ پچھلے جنموں کی کرتوت کا نتیجہ ہے جب پرمیشور کو معلوم ہی نہیں کہ زمانہ ماضی میں کیا ہوا ہے تو وہ سکھ و دکھ کیا دے سکتا ہے اگر دے تو اندھا دھند کارروائی پر دال ہے ایسے ہی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۱۳ کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہو چکا وہ جوڑنے جاڑنے والا پرمیشور کو ہرگز ثابت نہیں کرتا کیونکہ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ارواح میں وہ صفات خود بخود ذاتی طور پر موجود ہیں جب وجہ اس کے پرمیشر کو ماضی کا علم نہیں پرمیشر ہرگز نہیں جانتا ہے اگر کوئی آریہ دھینگا دھینگی سے یہ مانے کہ اُس کو جوڑنے جاڑنے کا علم ہے اور وہ جوڑتا جاڑتا ہے تو جہالت کا کام تسلیم کرنا پڑیگا۔

اصل میں یہ عقیدہ ہے تو بڑا مزیدار عقیدہ کہ پرمیشر کو نہ تو ماضی کی خبر ہے اور نہ مستقبل کی اور نہ حال کی کیونکہ اس سے دھریت کے لئے پورا پورا سامان موجود ہو جاتا ہے مادہ روح کو انادی ازلی ابدی مانتے ہیں جو باقی کسر رہ جاتی ہے وہ اس میں آکر پوری ہو جاتی ہے اور بالآخر یہی ماننا پڑتا ہے کہ نہ کوئی پرمیشر ہے اور نہ نیکی و بدی کا پھل دینے والا ہے بلکہ دُنیا کا تمام کاروبار خود بخود چل رہا ہے اگر کچھ ہے تو صرف یہ ہے کہ بعض ارواح میں یہ امر داخل ہے کہ وہ گائیں بکری بیل اور دوسرے چوپائے اور پرند وغیرہ بنیں اور بعض میں یہ کہ وہ انسان (عورت و مرد) اور بعض میں یہ کہ وہ گھاس پھوس و سبزی وغیرہ۔ اس لئے ایسا ہوتا رہتا ہے اور اسی لئے نہ تو کچھ نیکی ہے اور نہ بدی بلکہ جو کچھ ہے اور ہو رہا ہے وہ ازلی ابدی طریقہ پر ہو رہا ہے وجہ یہ کہ نہ تو نیست سے ہست ہو سکتا ہے اور نہ ہست سے نیست اور نہ روحانی و جسمانی صفات کو کوئی پلٹ سکتا ہے کیونکہ نام۔ فعل۔ صفت وغیرہ غیر فانی ہیں۔ اور جو کام ہم نے مثلاً گذشتہ ۱۹۰۶ء میں کئے تھے اُس میں سے جیسے کہ بہت سے ہم کو بھول گئے ہیں اسی طرح پرمیشر کو کچھ بھی یاد نہیں رہا ہے بہ سبب اس کے کہ گذشتہ ۱۹۰۶ء ماضی ہو گیا ہے اور ماضی کی نسبت دیانندجی کا یہ فیصلہ ہے کہ "ماضی وہ ہے جو ہوکر نہ رہے" ماضی کی تو یوں صفائی ہوئی اب رہا مستقبل۔ مستقبل کے وجود کا مدار آریہ سماج کے اصول کے بموجب چونکہ ماضی پر تھا یعنے ہر ایک ذی روح کو اُن کے کرموں کے انوسار بدلا دیکر کسی کو بیل کسی کو گدھا کسی کو بندر کسی کو سوئر اور کسی کو آدمی کسی کو درخت اور کیڑا مکوڑا سبزی وغیرہ بنانا تھا مگر اب جبکہ ماضی کا علم ہی نہیں ہے تو مستقبل میں کچھ ہونا یا کرنا بالکل غیر ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ سوامی دیانندجی مہاراج نے پرمیشر کو مستقبل کے علم سے بھی خالی بیان کر دیا اور صاف کہ دیا کہ جو پرمیشر کی نسبت یہ یقین رکھے کہ وہ مستقبل کو جانتا ہے وہ جہالت کا کام کرتا ہے وجہ یہ کہ مستقبل سوامی جی کی منطق میں وہ ہے کہ جو نہ ہو کے ہووے لطف یہ کہ باوجود ماضی اور مستقبل کی یہ تعریف کرنے کے سوامی جی کی سمجھ میں نہیں آیا اور ہستی سے نیستی اور نیستی سے ہستی کا انکار کر دیا۔ خیر بہرکیف مذکورہ بالا تحقیقات سے یہ نتیجہ نکلا کہ جیسے ہم مستقبل کے علم سے بے خبر ہیں ویسے ہی پرمیشر بھی بے خبر ہے یہی وجہ ہے کہ آریہ سماجی کسی پیشگوئی کو سُنکر دنگ ہو جاتے ہیں اور اُس پیشگوئی کا پورا ہونا ان کو مبہوت کر دیتا ہے کیونکہ اُن کا تو یہ عقیدہ تھا اور ہے جو اوپر مذکور ہوا مگر اسی آریہ ورت میں ایک ایسے خدا کے آنرا جنے اور اپنے خالقیت مالکیت رازقیت کے حق جتانے اور اپنے عالم الغیب ہونے وغیرہ کی خبر دینے جو اُس نے ایک پاک کتاب قرآن کے ذریعہ دنیا کو ایک عرصہ پہلے سے رکھی تھی اور اس زمانے میں اُسی کتاب مقدس کی پیروی کی برکت سے اپنے ایک بندے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو خبر دینے اور مبعوث کرنے اور غیبی خبروں پر مشتمل پیشگوئیوں کے کرنے سے ان کو ایسا حیران کر دیا کہ آخرکار یہ دنگ ہو گئے۔ اور صداقت کو قبول کرنے کے بجائے ایسا وتیرہ اختیار کیا کہ جو انصافاً ان کو جائز نہ تھا۔

مزید برآں یہ کہ دیانندی عقائد کے رو سے انسانوں کا علم بہ نسبت پرمیشر کے زبردست ٹھہرتا ہے وجہ یہ کہ گذشتہ ۱۹۰۶ء کے بہت سے واقعات بجز معدودے چند کے ہم کو بھی یاد ہیں اور ایسے ہی دوسرے انسانوں کو بھی یاد بیشک ہونگے مگر پرمیشر اُس کو نہیں جانتا لہذا صاف ظاہر ہے کہ ہمارا علم پرمیشر کے علم سے بموجب دیانندی اصول کے وسیع اور قابل اعتماد ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پرمیشر کی انسانوں پر کچھ بھی برتری نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پرمیشر میں یہ برتری ہے کہ وہ جوڑتا جاڑتا ہے تو ہم کہینگے کہ اول تو جوڑنے جاڑنے سے کوئی بزرگی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ لوہار ترکھان (بڑھئی) سب جوڑنے جاڑنے کے کام کرتے ہیں دوم یہ کہ انسان باوجودیکہ صرف مادہ کے بعض خواص کا ظنی علم رکھتے ہیں ایسے ایسے عجیب عجیب صنعتوں کے ماہر ہیں کہ جس سے بنی نوع انسان کو ہزاروں طرح کا فائدہ پہنچتا ہے پرمیشر مادہ اور روح کے بغیر کچھ نہیں بنا سکتا اور یہ (انسان) صرف مادہ سے ہی ایسی ایسی کاریگریاں کرتے ہیں کہ باید و شاید۔ سوم یہ کہ جیسے کہ پرمیشر کو مادہ اور روح کے بنانے پر قدرت حاصل نہیں ایسے ہی انسان کو حاصل نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیثیت میں تو یہ دونوں برابر ہیں مگر صنعت اور حرفت میں انسان کمال کو پہنچا ہے جو صرف مادہ سے ہی ایسی ایسی کاریگریاں کرتا ہے کہ ایک جہان اُن کو دیکھکر دنگ ہو جاتا ہے نہ معلوم اگر یہ ارواح پر بھی قابو پالیتا تو خبر ہے کیا کیا اپنی دانائی کے نمونے دکھلاتا۔ جو کہ ازلی ابدی طور پر بقول آریہ سماج اُس میں موجود ہے۔

اس تمام تحقیقات سے نتیجہ کیا نکلا یہی کہ انسانی زندگی کا کچھ بھی مدعا نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پرمیشر کی ذات صرف موہومی ہے ورنہ فی الحقیقت اُس کے ہونے کی ضرورت ثابت نہیں ہوتی اور نہ اُس کا تصرف ثابت ہوتا ہے لہذا کیوں نہ یہ کہدیا جاوے کہ آریہ سماج کے اصولوں کو مدنظر رکھکر پرمیشر ہرگز ہرگز نہیں ہے جس سے اگر کچھ ثابت ہوگا تو یہی کہ آریہ سماج کے اصول کی چھان کرنے سے انسانی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ ہر ایک چیز کو ازلی ابدی مانکر پرمیشر کے نہ ہونے کی تحقیقات بذریعہ اصول آریہ سماج کر کے اباحت اختیار کی جاوے معلوم

ہوتا ہے کہ نیوگ جیسا حیا سوز مسئلہ ایسے ہی مخلوق کی خبث طبع کا نتیجہ ہے اس کے بعد ایک اور مذہب ہے جس کے پیرو اپنے آپ کو عیسائی اور مسیحی کہتے ہیں اُنھوں نے انسانی زندگی کا کیا مدعا سمجھا ہے؟ یہی ہے کہ جب تمام خلقت کو خداوند خدا نے گناہوں میں مبتلا پایا تو بجائے اس کے کہ کوئی تدبیر اُن کے راست باز ہونے یا راہ مستقیم پر آنے کی کرتا اُس نے ایسا کام کیا کہ جو کسی طرح بھی اُس جیسی ذات اور ہستی کو کرنا واجب اور جائز نہ تھا۔ یعنے عیسائی کہتے ہیں کہ ایسی حالت میں خدا نے جو رحیم کل ہے اور کسی کے گناہ بغیر بدلے کے نہیں بخشتا یہ کام کیا کہ بندوں کی حالت پر ملالت پر رحم کھا کر خود جامہ انسانی پہننا قبول کر لے ایک اسرائیلی کنواری عورت کے شکم میں اپنے کو بچہ بنا کر داخل کیا اور وہاں نو ماہ تک اُس عورت کے حیض کے خون سے پرورش پا کر جنم لیا اور پھر بچپن کی تمام صعوبتیں برداشت کیں اور جب جوان ہوا تو ایک اسرائیلی مرد کے ہاتھ پر جا کر گناہوں کا اقرار کر کے بپتسمہ حاصل کیا اگرچہ بپتسمہ لینے سے پہلے اُس اسرائیلی مرد نے اُس کو اس فعل کے کرنے سے منع کیا اور اپنے طور پر انکساری کی اور کہا کہ میں تجھ سے بپتسمہ پانے کا محتاج ہوں مگر اُس نے نہ مانا اور یہی کہا کہ ہم کو چاہیے کہ یونہی راستبازی پوری کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے رحم میں نو ماہ تک رہنے سے اُس کو اپنی راستبازی پر شک آ گیا تھا اور حقیقت میں وہ راستبازی سے ضرور گر گیا تھا جبھی تو اُس کو یوحنا کے ہاتھ پر گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کا بپتسمہ لینا پڑا۔ اور یوحنا بھی عجیب مرد تھا کہ اس کے آگے گناہوں کا اقرار کرنے اور توبہ کا بپتسمہ پاتے ہی معاً روح القدس کبوتر کی شکل میں اُس پر آن موجود ہوا۔ ورنہ اس سے پہلے باوجودیکہ وہ خدا تھا لیکن تھا مگر یہ سبب نو ماہ رحم میں رہنے اور انسانی جسم دھارنے کے روح القدس اُس سے بیزار رہا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ بیزاری کہ آدم کے ذریعہ جو گناہ کا سلسلہ دنیا میں اُس کی ماں تک پہنچا تھا جس کے سبب وہ گناہ آلودہ ہو گیا تھا نو ماہ پیٹ میں رہنے اور حیض کے خون سے پرورش پانے اور قریباً دو برس تک ماں کا دودھ پینے وغیرہ کے باعث اسی لئے روح القدس اُس سے بیزار رہا تھا مگر جب یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کا بپتسمہ لیا گناہوں کا اقرار کر کے تو پھر روح القدس اُس کی طرف اتر آیا اور [illegible] کبوتر کی شکل [illegible] خورش [illegible] طرف سے [illegible] آخر کار شیطان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا یا چلایا گیا۔ یہ اُس سے ایک ایسی سخت غلطی ہوئی کہ کسی راست باز کو بھی نہ کرنی چاہیے تھی چہ جائیکہ خود خدا ہو کر شیطان کے پیچھے پیچھے جاوے۔ اُس کی اس حرکت سے روح القدس ایسا بیزار ہوا کہ پھر باوجودیکہ وہ صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتنی کہکر اُس کو پکارتا رہا ہے مگر پھر وہ اُس کے پاس ہرگز ہرگز نہیں پھٹکا۔

ہم نے ایلی ایلی لما سبقتنی سے روح القدس اس لئے مراد لی ہے کہ بقول عیسائیاں خود خدا تو یسوع تھا پھر خدا ہو کر کسی اور خدا کو پکارنا عقیدہ لا ینحل ہو جاتا ہے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ وہ الیاس کو پکارتا ہے جس کی وجہ صرف اُن کا خیال تھا جیسا کہ وہ الیاس کے دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ مگر ہمارا خیال کسی طرح بھی غلط عیسائی عقیدے کو مدنظر رکھکر نہیں ہو سکتا وجہ یہ کہ ساری عمر کل انسان اُس کی منادی پر ایمان لانے والے صرف بارہ ہی ہیں جس میں سے صرف ایک ہی امر پر اُس سے بیزار ہو گئے تھے باقی رہے بارہ اُن میں سے ایک نے تیس روپیہ لیکر پکڑوا دیا دوسرے نے سامنے کھڑے ہو کر تین دفعہ انکار کیا اور باقی تمام کے تمام اُس کے صلیب دیئے جانے کے وقت فرار ہو گئے اس تمام ناکامی کی حالت میں بجز اس کے اور کیا ہو سکتا تھا کہ جب زمین والے منکر ہو گئے اور بھاگ گئے تو اب آسمان والوں کو ہی آواز دی جاوے مگر افسوس کہ آسمانی بھی اس آواز سے متاثر نہ ہوئے اور نہ یسوع کو جو اُن کا خالق تھا مالک تھا (بقول عیسائیان) مدد دی آخر کار خدا جو یسوع کی شکل میں تھا صلیب پر جان سے جاتا رہا۔ جس سے یہودیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا تھا اور ملعون ہو کر جہنم کا کندا ہوا اور عیسائیوں نے یہ نتیجہ نکالا مدت کے بعد یعنے جب حضرت پولوس کی عقل ٹھکانے آئی کہ وہ سارے جہان کے گناہوں کی گٹھڑی اپنی گردن پر لاد کر ہمارے لئے موا ہے۔ غرضیکہ عیسائیوں کے عقیدہ کے بموجب ازلی ابدی خدا کی جس نے [illegible] زبردست بادشاہوں کے تخت اُلٹ کر [illegible] کی قوم [illegible] تار دیا تھا اُس کی آخر [illegible] کہ وہ ایک ایسی قوم سے جو اپنی بادشاہت بھی اپنی بد کرداریوں کی وجہ سے کھو بیٹھی تھی [illegible] منہ پر تھکوایا [illegible] [illegible] ظاہر ہوا [illegible] تمام جہان کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا اور تمام جہان کو نجات دے گیا گویا کہ عیسائیوں کے نزدیک انسانی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ خداوند خدا لعنتی (نعوذ باللہ) اُن کی خاطر ذلت اٹھائی اور وہ ملعون ہو گیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک انسانی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ خداوند کو ملعون (نعوذ باللہ) سمجھا جاوے اور اُس کو اُس کے اپنے ہاتھوں ذلت میں پڑنے کا اقرار کیا جاوے اور اعتقاد رکھا جاوے۔ تبھی نجات ہے ورنہ جہنم کا کندا بننا ہو گا۔ مگر ہماری سمجھ میں خالق مالک کی توہین اور ذلت کے قابل ہونے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ سارا جہان جہنم رسید ہو جاوے کیونکہ (نعوذ باللہ) جب خدا کی ہی ذلت ہو گئی اور وہ ہی ملعون ہو گیا تو اور کسی کا دکھ اٹھانا ہرگز بے جا نہیں ہے غرضکہ انسانی زندگی کا مدعا عیسائیت کے اصول سے نہایت ہی نامعقول اور قابل نفرین ثابت ہوتا ہے۔

ان سب مذہبوں کے مقابلے میں ایک اور مذہب ہے جو اپنا نام "اسلام" ظاہر کرتا ہے اس نے ایک ایسا خدا پیش کیا ہے کہ جو اس کل کائنات کا خالق مالک رازق ہے چنانچہ اُس نے بیان کیا کہ الحمد للہ رب العالمین (تمام تعریفوں کے لائق وہ ہی ہستی ہے جو رب العالمین یعنے تمام جہانوں کے پیدا کرنے اور پرورش کرنے والی ہے) جس کا نام اللہ ہے الرحمن ہے (وہ بے مانگے دینے والا ہے) الرحیم (مانگنے والوں کی سُنکر اُن کو اُن کے اصل نابید سے کی چیز بوجہ علیم و خبیر اور غیب دان ہونے کے دینے والا) ہے مالک یوم الدین (نیکوں کو نیکی کی جزا اور بدوں کو بدی کی سزا دینے والا ہے) ہے۔ پھر ان تمام عبودیت اور ربوبیت کے تعلقات کو ذکر کر کے فرمایا کہ انسانی زندگی کی اصل غرض ہے جو ذیل کے فقرے میں مذکور ہے یعنے

ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

یعنے جنوں اور انسانوں کی پیدائش محض اس لئے ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اصل مدعا کو سمجھیں جو کہ یہ ہے کہ وہ خالص خدا تعالیٰ کے ہو جاویں کیا تھے اپنے اُسی خالق مالک رازق کے تابعدار بن جاویں اُس کے بلائے بولیں اُس کے چلائے چلیں غرضکہ ہر ایک ذرہ ذرہ جسم کا جب تک فی الحقیقت اُس کے [illegible] قدرت سے موجود [illegible] ایسے [illegible] [illegible] رازق [illegible] [illegible] گویا کہ انسانی زندگی [illegible] خیال [illegible] رکھا جاتا ہے [illegible] قوتوں وغیرہ کو اُس ہستی کے زیر حکم [illegible] اُنہیں سے یہ عطا ہوئی ہیں۔

اس زندگی کے مدعا کو پورا کرنے کے لئے اسلام نے نہ تو کسی کی پھانسی کو جائز ٹھہرایا ہے اور نہ یہ تعلیم

دی ہے کہ خود خدا کو اس مدعا کے پورا کرنے کی خاطر جنم لینا پڑا اور نہ یہ تعلیم دی ہے کہ تم کسی بن میں جاؤ اور تمام دنیوی تعلقات کو چھوڑ دو اور نہ یہ تعلیم دی ہے کہ تم لنگوٹ پوش ہو جاؤ اور چار ابرو کا صفایا کرو۔ اور نہ یہ ظاہر کیا ہے کہ صرف دنیوی جاہ و مال و منال میں ہی ترقی کرنا اس کے لئے ضروری ہے اور نہ یہ بتایا کہ تم کو اس مقصد کے ادا کرنے کی خاطر کان پھٹا جوگی بننا ضروری ہے اور نہ یہ تعلیم دی ہے کہ ایک پیر سے کھڑے ہو کر یا ہاتھ کو اوپر اٹھا کر اس مقصد کو ادا کرو نہ یہ بتلایا ہے کہ تم جورو بچوں کو تیاگ دو بلکہ ان تمام ردی اور بیہودہ باتوں کا اسلام کھلا ہوا دشمن ہے وہ تو صاف فرماتا ہے کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام یعنے اسلام میں ایسی تو بات ہی داخل نہیں کہ انسانی قوا ہی اور جوارح کا ادب ملحوظ خاطر نہ رکھا جاوے اور بعض قوتوں طاقتوں کو اور بعض قوی کو محض فضول اور نامعقول سمجھا جاوے یہی وجہ ہے کہ اسلام ہاں پیارا اسلام حکم دیتا ہے کہ ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون یعنے جنوں اور انسوں کی پیدائش تو ہم نے اس لئے کی ہے کہ وہ ہمارے تعبیدار بن جاویں اور ہمارے حکموں کو مانیں اُن پر چلیں اُن سے اہل دنیا کو نفع پہنچائیں اور خود نفع حاصل کریں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہی کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنے نہ تو اُن پر دنیا سختی کا برتاؤ کرنے میں کامیاب ہوگی اور نہ وہ کبھی کسی حالت میں خوف زدہ یا آزردہ خاطر ہوں گے کیونکہ اُن کا تعلق ایک ایسی بڑی سرکار سے ہے کہ جو نہ صرف سب کا خالق ہے مالک ہے رازق ہے بلکہ فعال لما یرید بھی ہے پس جب ایسی ہستی کے تم تعبیدار بن جاؤ گے تو کوئی بھی تم کو سختی نہیں نظر آوے گی اور نہ تم کو کسی سختی میں پڑنے کا موقع نصیب ہوگا وجہ یہ کہ وہ خدا جس کی رضا کو تم نے مقدم کرنے کا اقرار و قصد کر لیا ہے تمہاری مدد پر ہوگا اور ہر ایک آفت اور ٹھوکر سے تم کو بچاوے گا۔

اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر اسلام کے اصول کے بموجب خدا نے یہی کیا ہے کہ ہمیشہ ضرورت کے وقت یعنے جبکہ اہل دنیا اس مقصد سے لاپرواہ ہو گئے کوئی بندہ اپنے بندوں میں سے اس مقصد کی طرف یاد دہانی کے لئے مبعوث کیا ہے اور اُس کے ذریعہ طرح طرح کے نشانات قدرت دکھلا کر اہل دنیا پر ظاہر کیا ہے کہ حقیقت میں تمام کائنات کا مالک اور خالق وہی ہے تم کو اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے اُسی کا بننا چاہئے۔ طرح طرح کے نشانات قدرت دکھلانا اور طرح طرح کی پیشگوئیاں کرنا محض اس لئے نہیں ہے کہ مجرد نشان یا پیشگوئی انسانی زندگی کا مدعا ہے جیسے کہ ایک صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ گویا حضرت نبی پیشگوئی کر دینا زندگی کا اعلےٰ مدعا ٹھہرا رہے ہیں بلکہ اس سے منشا یہ ہوتی ہے کہ تا خدا تعالیٰ کے موجود ہونے اور اس دعوت حق کرنے والے کو مبعوث کرنے کی خدا کے عالم الغیب ہونے کی اس کے ذریعہ خبر دیجاوے اگر محض پیشگوئی کرنا ہی زندگی کا مدعا ہوتا تو نجومی اور رملی اس بات کو پورا کر رہے تھے کسی ملہم من اللہ یا نبی وقت کی ضرورت نہ تھی مگر چونکہ انسانی زندگی کا مدعا ہی یہ رکھا گیا ہے کہ وہ خدا کا ہو جاوے اُسکا ہر ایک فعل قول خدا کی فرمانبرداری اور رضا کے نیچے ہووے تو یہ لازم آیا کہ جب جب یہ مدعا قریب المرگ ہووے تو خدا کی طرف سے کوئی مامور کیا جاوے اور اُس کے ذریعہ اس مقصد زندگی اور مدعا اصلی کا سبق پڑھایا جاوے چونکہ اسلام نے ہی خدا تعالیٰ کی ہستی کا چہرہ دکھلایا ہے جیسا کہ دکھلانے کا حق ہے اور اسکو ویسا ہی پیش کیا ہے جیسا کہ وہ فی الحقیقت ہے اور یہ شرف صرف دنیا کے ایک سردار اعلیٰ کو جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیارا نام دنیا میں رکھا تھا عطا کیا ہے جسکے ذریعہ خدا کی قدرتوں کے جلوے نہ صرف کسی پہلے زمانے میں دکھلائے گئے تھے بلکہ جب جب وہ مقصد زندگی فوت ہونے لگا تو آپ کی تعلیم پر عمل کرنیوالے اور آپ کے رنگ سے رنگین ہو جانے والے کو خدا نے [illegible] آپ کی پیروی سے بعمر اس زندگی کے مدعا کی طرف دعوت کرنے کے لئے مبعوث کیا چنانچہ اس ہمارے زمانے میں بھی خدا نے تمام خرابیوں پر نظر کر کے جن کی تفصیل ایک دفتر سے کم نہیں ہم میں سے ہی ایک ایسے بندے کو جو فی الحقیقت اپنے قول و فعل سے حضرت محمد صلعم کے رنگ سے رنگین ہو گیا ہے۔ اس زندگی کے مدعا کی طرف دعوت کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے جس کا نام نامی اسم گرامی حضرت میرزا غلام احمد قادیانی ہے جو تمام جہان کے لئے مسیح اور مہدی بن کر آیا ہے یعنے دنیا پرستی کے گند سے مسح کر کے چھڑانے اور محبوب حقیقی کی راہ دکھلانے کے لئے۔ مبارک وے جو اُس کی سنیں اور اُس پر ایمان لا کر اصول زندگی اور مدعا زندگی کو حاصل کریں۔

الغرض اسلام نے یہی ظاہر کیا ہے کہ انسانی زندگی کا مدعا بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ خدا کا حقیقتاً بن جاوے یعنے دنیا کے تعلقات جس قدر ہوں محض اس مقصد کے پورا کرنے کی خاطر ہوں کھانا ہو تو محض خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است کے لئے ماں باپ کی خدمت ہو تو محض اُسی حکم کی بجا آوری کے لئے بیوی کے بچوں کے حقوق ادا کرنے ہو تو محض حکم حاکم کی تعبیداری کے لئے گویا کہ اسلام کے اصول کے بموجب خدا نے انسانی ہستی کو لیعبدون کے لئے پیدا کر کے اس کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ حق اللہ اور حق العباد کو زیر نظر رکھے خدا کے برابر کسی حالت اور کسی صورت میں کسی کو نہ سمجھے اور نہ یقین کرے اور بندوں کا حق محض اُس کی اطاعت کی خاطر اور اُس کے راضی کرنے کی خاطر ادا کرے اور دل کو اُس کی محبت و چاہت و عشق سے بھر لیوے جس نے اُس کو پیدا کیا ہے۔ بس انسانی زندگی کا مدعا کیا ہے؟ یہی کہ ہر ایک امر میں خدا کی تعبیداری کو نصب العین رکھا جاوے اور اُس کے حکم سے ایک ذرہ تجاوز نہ کیا جاوے۔ یہ وہ فلسفہ ہے جو صرف صرف اسلام نے سمجھایا ہے۔ مبارک وے جو اس پیارے مذہب کی قدر کریں۔ فقط راقم خاکسار محمد حسین از لاہور چھاونی پنجاب۔

اطلاع ضروری

عبد المحی عرب صاحب کو آجکل دو ضرورتیں درپیش ہیں ایک مکان بنوایا ہے اس کی چھت کے لئے روپیہ کی ضرورت اور دوسری ایک کتاب عربی بول چال تصنیف کی ہے اس کے لئے چھپوائی کے واسطے روپیہ چاہئے اور اشتہار بھی دیا۔ مگر صرف تین درخواستیں آئی ہیں اس کی زبانی معلوم ہوا اور میرے سامنے ایک تجویز کی ہے اور وہ تجویز مجھے پسند ہے اور کار خیر ہے اور تجویز یہ ہے کہ مذکورہ ذیل کتابیں وہ احباب جو ذی وسعت ہیں دس دس روپیہ کی کتابیں پانچ پانچ روپیہ میں دیگا اور محصول ڈاک عرب صاحب کے ذمہ ہوگا اگر ایسے دوست جو تعداد میں پچیس ہوں اور میری آواز کو سنیں تو عرب صاحب کا کام ہو جائے گا کتب یہ ہیں۔

نام	تعداد	اصل قیمت	نصف قیمت
استخلاف رد شیعہ	۱۶	فی نسخہ ۲ر	۱ر
مبادی الصرف	۱۶	فی نسخہ ۲ر	۱ر
نظم قرآن کریم کی دعائیں	۱۶	فی نسخہ ۲ر	۱ر
سلام اہل فضائل	۸	فی نسخہ ۶ر	۳ر

اس تجویز کو دل سے پسند کرنے والا اور میں خود خریدار ہوں
والسلام نور الدین

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا